(غلام گردش)

پچیس ڈالر کی کنیز

یہ تین بدقسمت لڑکیاں "یزیدی" مذہب سے تعلق رکھتی ہیں۔ چند برس پہلے انہیں آنے والے لرزہ خیز حالات کا قطعاً اندازہ نہیں تھا۔ بشریٰ کی عمر 21 سال، جبکہ منیرہ اور نور 17 اور 22 برس کی ہیں۔ داعش کے قبضہ میں آئے ہوئے علاقے، خلافت کے اندرونی حالات پر یہ وہ بے لاگ تبصرے ہیں جن سے اس حکومت کا وہ چہرہ دیکھ سکتے ہیں، جو عمومی طور پر چھپایا جاتا ہے۔ بچیوں کے تین قصور ہیں۔ پہلا، یہ کہ وہ اُس شورش زدہ علاقے میں سانس لینے پر مجبور ہیں جس میں انسانی حقوق کو تشدد کی تلوار سے ختم کیا جا چکا ہے۔ دوسرا قصور بھی نا قابل معافی ہے، کہ وہ ایک ایسے معاشرہ میں موجود ہیں جس میں غیر مسلموں کے تو کیا، اہل ایمان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ تیسرا بھیانک قصور نہیں بلکہ جرم یہ، کہ وہ نوجوان اور بے بس لڑکیاں ہیں!

خوش قسمتی سے تینوں دولت اسلامیہ کی خلافت سے فرار ہو کر ابتر حالت میں عراق پہنچ گئیں۔ ایک خیراتی ادارہ "اُمار" نے انہیں لندن منتقل کر دیا۔ تمام بچیاں نیم پاگل ہو چکی ہیں۔ اپنے اوپر کیے گئے مظالم اشکبار ہو کر بیان کرتی ہیں۔ انکے حالات سننے والے بھی آبیدہ ہو جاتے ہیں۔ کسی اسلامی ملک کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان مظلوموں کے سر پر دستِ شفقت رکھے۔ جرمنی کی "بے مذہب" حکومت نے ان تمام کو اپنی شہریت دینے کا اعلان کیا ہے۔

جس علاقے پر بھی داعش قبضہ کرتی ہے، اس میں انتہائی منظّم طریقے سے قتلِ عام کیا جاتا ہے۔ تمام مرد اور چودہ برس کی عمر سے زیادہ بچے اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ ایک مرکزی چوک میں باندھ دیا جاتا ہے۔ باندھنے سے پہلے ان سے اجتماعی قبر کھدوائی جاتی ہے۔ ان دو تین گھنٹوں میں انہیں ہر طرح سے ذلیل کیا جاتا ہے۔ ان پر تھوکا جاتا ہے۔ انکے جسم کے اعضاء کاٹے جاتے ہیں۔ جب انکے جسم سے خون نکلتا ہے تو داعش کے جنگجو قہقہے لگاتے ہیں۔ جب اجتماعی قبر مکمل ہو جاتی ہے، تو انہیں انتہائی سفاکی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یعنی بوڑھے اور بچے، کسی کو امان نہیں ملتی۔ یہ محض پہلا مرحلہ ہے۔ اسکے بعد تمام خواتین کو اکھٹا کیا جاتا ہے۔ داعش کے ماہرین ان تمام عورتوں کو برہنہ کرتے ہیں۔ انکو جسمانی حالت کی بنیاد پر مختلف طبقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ عمر، جسمانی ساخت اور شکل وصورت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ ناپ تول کے اس خوفناک نظام میں نو برس تک کی معصوم بچیوں کو بھی کوئی استثناء حاصل نہیں۔ جنگی مالِ غنیمت کو پھر داعش کے دارالحکومت میں مخصوص دن بازار میں لایا جاتا ہے۔ یہ جانوروں کی طرح پنجروں میں بند ہوتیں ہیں۔ پنجرے بھی درجہ بندی کے حساب سے تقسیم ہوتے ہیں۔ ہر پنجرے کے باہر لڑکیوں یا عورتوں کی قیمت لکھ کر لٹکا دی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ قیمت نو یا دس برس کی معصوم بچیوں کے پنجرے کے باہر درج ہوتی ہے۔ یہ تمام کنیزوں کی حیثیت سے فروخت کیجاتی ہیں۔

چالیس برس یا اس سے زیادہ عمر کی عورت کی قیمت پچیس ڈالر (پاکستان 2500 روپے)، بیس اور تیس برس کی عمر کے دورانیہ کی قیمت ساٹھ ڈالر (چھ ہزار پاکستانی روپے)، بیس برس سے کم عمر کی قیمت 80 ڈالر (پاکستانی آٹھ ہزار روپے)۔ سب سے زیادہ دام نابالغ بچیوں کے ہوتے ہیں جو 110 ڈالر (گیارہ ہزار پاکستانی روپے) کے برابر ہیں۔ یہ خرید وفروخت کوئی چھپے انداز سے نہیں کیجاتی۔ بلکہ یہ

ایک نمایاں جگہ اور ہجوم کے درمیان کی جاتی ہے۔ جو بھی پیسے موصول ہوتے ہیں، وہ سرکاری خزانے میں جمع کروا دیے جاتے ہیں۔ اس پورے مکروہ فعل کا ایک اور زاویہ بھی ہے۔ خریدنے کا حق بھی منصب اور رتبے کے حساب سے ہے۔ مقامی سیاسی قائدین کو ہر گروہ پر فوقیت حاصل ہے۔ وہ لڑکیوں کو خریدنے میں سب سے پہلے تشریف لاتے ہیں۔ اسکے بعد مقامی امیر، پھر جنگجوؤں کے افسران اور آخر میں سپاہیوں کی باری ہوتی ہے۔ داعش کی قیادت کے حکم کے مطابق، ایک وقت میں انکے نظام سے منسلک شخص، تین کنیزوں کی ملکیت حاصل کرسکتا ہے۔ جب ایک لڑکی یا عورت، بیس مختلف جنگجوؤں کی زیر ملکیت رہ چکی ہو، تو اسے واپس گھر بھجوا دیا جاتا ہے۔ اگر وہ کسی طرح کی نافرمانی کی مرتکب ہو، تو مالک اپنے طور پر قتل کرنے کا حق اور اختیار رکھتا ہے۔

اس پورے دورانیہ میں اکثر لڑکیاں خودکشی کر لیتی ہیں۔ اس نقصان سے بچنے کے لیے دولت اسلامیہ نے ایک حکم نامہ جاری کیا ہے کہ کنیزیں سر پر سکارف نہیں پہن سکتیں۔ وجہ بالکل سادہ ہے۔ کئی لڑکیوں نے خودکشی کیلئے اپنے سکارف استعمال کیے تھے۔ کچھ عرصے میں یہ فروخت شدہ لڑکیاں مختلف ذہنی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ انکو علاج معالجہ کی وہ بنیادی سہولت بھی میسر نہیں جو مہذب معاشروں میں جانوروں کے نصیب میں آتی ہے۔ اس تمام ظلم کو ایک عالم، شیخ محمد اَل ارفی نے مکمل طور پر جائز قرار دیا ہے۔ یہ فتویٰ من وعن، داعش کی حکومت نے اپنا لیا ہے۔ اس میں درج ہے کہ کیونکہ شامی صدر کی حکومت غیر اسلامی ہے اور انکے خلاف جہاد کیا جا رہا ہے، لہذا جنگجوؤں کو یہ تمام کچھ کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ اسکے لیے "جہاد اَل نکاح" کا عنوان ترتیب دیا گیا ہے جسے حلال اور عین فرائض کے درجہ پر رکھا گیا ہے۔

زر خرید کنیزوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے، اسکے کئی عینی شاہد ہیں۔ بشریٰ، منیرہ اور نوران میں سے محض ایک ہیں۔ جیسے ہی خریدنے کے معاملات پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں، مالک انکو گھر لے جاتا ہے۔ یہاں سے ظلم اور بربریت کا وہ دور شروع ہوتا ہے، جسے لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ اکثر اوقات لڑکیوں کے ہاتھ باندھ دیے جاتے ہیں۔ انکی عمر، صحت جسمانی اور ذہنی حالت کے تعین کے بغیر انہیں جانور کی سطح پر لے جایا جاتا ہے۔ انکی زندگی کا مقصد محض یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ جنگجوؤں کو جسمانی تسکین پہنچائیں۔ کئی بار ان خواتین کی اجتماعی عصمت دری کی جاتی ہے۔ کچھ لڑکیوں نے فرار ہونے کی کوشش کی۔ ان میں سے چند بدقسمت خواتین پکڑی گئیں۔ انکو واپس لا کر ایسی سزا دی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کیلئے عبرت کا نشان بن جائیں۔ انہیں بلا تفریق، ذبح کر دیا جاتا ہے۔ سزا دوسری کنیزوں کے سامنے اسلیے دی جاتی ہے کہ وہ سوچ بھی نہ سکیں کہ یہاں سے فرار ہونا ہے۔ جو خوش قسمت بھاگنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں، وہ کبھی بھی ذہنی طور پر صحیح نہیں رہ پاتیں۔ انہیں بہت عرصہ لگتا ہے کہ وہ نارمل ہو سکیں۔ لڑکیوں پر تشدد، مارنا، سگریٹ سے انکے جسم کو داغنا بالکل عام ہے۔ اسکو قطعاً معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

عورتوں کو سزا دینے کیلئے حکومت نے ایک مسلح فورس ترتیب دی ہے۔ اسکا نام الخانسہ (Al-Khansaa) بریگیڈ رکھا گیا ہے۔ اس میں صرف عورتیں بھرتی کی گئیں ہیں۔ ہر سال کے شروع میں حکومت کی طرف سے ایک ضابطہ اخلاق مہیا کیا جاتا ہے۔ یہ عربی میں شائع ہوتا ہے۔ اسکا عنوان "اسلامی مملکت کی خواتین (Women of Islamic "

(State) رکھا گیا ہے۔ خواتین پر پابندی ہے کہ وہ صرف سیاہ رنگ کے کپڑے پہن سکتیں ہیں۔ انکے جوتے یا چپل بھی کالے رنگ کی ہوگی۔ ہاتھوں پر سیاہ رنگ کے دستانے اور اسکے بعد پورے جسم پر سیاہ رنگ کا مکمل عبایا یا برقعہ ہوگا۔ میک اپ کی تمام دکانیں مکمل طور پر بند کر دیں گئیں ہیں۔ عورتوں کو اپنی مرضی سے بننے سنورنے کے حق کو فعلِ شیطان قرار دیا گیا ہے۔ نظام میں عورت کو جانور سے بھی بدتر سلوک کا مستحق رکھا گیا ہے۔

داعش کی جغرافیائی حدود سے ہجرت پر مجبور لاکھوں لوگ مختلف ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ ایک مہاجر کیمپ ترکی کی سرحد پر "دوحک" (Dohuk) میں واقعہ ہے۔ ماؤون (Maoon) انہی مہاجرین میں سے ایک 38 سالہ شخص ہے۔ انگریزی زبان جانتا ہے۔ موصل میں انگریزی اور عربی ترجمہ دان کا سرکاری کام کرتا رہا ہے۔ ماؤون کے مطابق عورتوں پر مظالم، لوگوں کے وہم وگمان سے بھی زیادہ ہیں۔ کوئی بھی عورت، اپنے مالک کو انکار نہیں کر سکتی۔ انکار کی صورت میں پہلا نشانہ اسکے معصوم بچے ہوتے ہیں۔ انکو والدہ کے سامنے انتہائی سفاکی سے قتل کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد کیا ہوتا ہے، یہ ماؤون نے بیان کیا ہے۔ مگر مجھ میں ضبط تحریر کرنے کی استطاعت نہیں۔ 26 سالہ امریکی ایڈ ورکر، کے لامیولر (Kayla mueller) کو ذبح کرنا اسکی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

زینب بنگورا (Zainab Bangura) اقوام متحدہ کی نمائندہ خصوصی ہیں۔ عورتوں کے حقوق پر کام کرتی ہیں۔ انکے مطابق داعش جس بربریت کا مظاہرہ کر رہی ہے، وہ بوسنیا، سوڈان اور صومالیہ کی خانہ جنگی میں بھی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسے متعدد واقعات ہیں جس میں لڑکیوں کے انکار پر انہیں زندہ جلا دیا گیا ہے۔

آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور اٹھے گا، کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں، اسکا ماخذ کیا ہے۔ کیا یہ ایک خود ساختہ داستان ہے؟ کیا یہ یہود و ہندو کی ایک سازش ہے؟ نہیں صاحبان علم وفن! ماہ رخ علی، وہ بہادر ٹی وی نامہ نگار ہے جس نے ان تمام مظالم پر بے لاگ تحقیق کی ہے۔ وہ ریوٹر انسٹیٹیوٹ (Reuter Institute) سے منسلک ہیں۔ اس وقت ناروے میں مقیم ہیں۔ داعش کے مظالم پر تحقیق کے لیے تمام علاقوں میں خود گئیں ہیں۔ لاتعداد متاثرین سے ملاقات کی ہے۔ ان خطرناک علاقوں میں وقت صَرف کیا ہے۔ اب وہ اس پر ایک کتاب تحریر کر رہی ہیں جو ناروے میں ہی چھپے گی۔

میں اپنے عظیم مذہب کا ایک ادنیٰ سا طالبعلم ہوں۔ میں اس نبیؐ کا پیروکار ہوں جو دنیا میں رحمت بنا کر اتارے گئے تھے۔ رحمت العالمین قرار دیے گئے۔ فتح مکہ پر میرے آقاؐ نے رحم دلی کی وہ مثال قائم کی، جو آج تک ایک روشن ستارہ کی مانند ہے۔ حج الوداع کے موقعہ پر انہوں نے "انسانی حقوق" کا مکمل ضابطہ عطا فرمایا۔ میرے آقاؐ نے ہر کمزور اور مسکین پر رحم کیا۔ جنگوں میں عورتوں اور بچوں کو امان دی۔ پھل دار درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا! جنگی قیدیوں سے صلہ رحمی کا حکم دیا! آقاؐ کے احکامات کے بالکل برعکس، طالب علم سمجھنے سے قاصر ہے کہ داعش اسلام کی کونسی خدمت کر رہی ہے! یہ اسلام کا کونسا رخ پیش کر رہے ہیں! کیا بشریٰ، منیرہ اور نور جیسی ہزاروں کمزور عورتوں کو برباد کرنا درست ہے! صاحبان! یہ دین کی کونسی تصویر ہے! یہ ظالم لوگ کون ہیں؟

راؤ منظر حیات

Dated:27-08-2015